International Research Journal of Religious Studies, Vol.:5, Issue: 01,Jan-June 2025 PP: 26-38

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

قرآن کا دنیا میں عالم گیر اجتماعیت کے احیاء کے لئے انقلاب آفریں کردار

THE REVOLUTIONARY ROLE OF THE QUR'AN FOR THE REVIVAL OF UNIVERSAL COLLECTIVITY IN THE WORLD

Muhammad Imran Raza Tahavi
PhD research Scholar, The University of Lahore.
Email: tahavi381@gmail.com

Sara Bano
Phd research scholer the university of Lahore.
Email: sarabanosara@gmail.com

Abstract

There is no difference among all scholars that Man is a Social Animal , scholars agree that living together is part of human nature . As a result of this union many problems arise from this collectivity. which are related to both individuals and societies. There are two types of efforts to solve collective problems. One of which is related to human endeavours. And another means of solving human problems is divine revelation. According to Quranic teachings, the standard of collective reform is the individual and not the society. The quality of the collective vision of the Holy Quran is that this vision is compatible with the system of nature. And there is neither any contradiction nor conflict between the rules and regulations of human life that nature has set and the concept of collectivity of the Holy Qur'an. Rather, there is harmony in it. The purpose is that the Holy Qur'an organizes human collective institutions and natural organizations. Because these institutions are examples of

CC BY

nature's system. These institutions do not come into existence due to the efforts of human beings, nor do people get attached to these institutions by their own taste and intention. As a person is associated with a family, tribe, nation and homeland at the time of birth. The Holy Qur'an also provides guidance for the organization of these natural institutions. In the eyes of the Holy Qur'an, all human beings are equal; no human being is born superior to another. The collective equality taught by the Holy Qur'an is not a mental concept but a practical reality.

***KeyWords**:HolyQuran,Revolution,universal,Nature,Globalization,Devine knowledge.*

موضوع کا تعارف

نئی ہزاری (New millennium) کے آغاز پر دنیا بھر میں نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ شروع ہوا نئی نئی اصطلاحات میڈیا کی زینت بنائی گئیں۔اس نئے ورلڈ آرڈر میں 9/11 کے واقعے کے بعد ایک اور اصطلاح پوری دنیا میں سنائی دی وہ اصطلاح گلوبلائزیشن یعنی عالمگیریت کی ہے۔ اہلِ مغرب نے تمام دنیا سے داد وصول کرنے کے لیے یہ کہا کہ چونکہ ہم سب ایک دنیا میں رہتے ہیں۔دنیا ایک گلوب ہے تو ہم سب اسے گلوبل ویلیج بناتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ساری دنیا ہمیں اپنا سمجھے اور دہشت گردی کو ختم کرنے میں ہمارا ساتھ دے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم عالمگیر اجتماعیت کو اختیار کریں۔اگرچہ ان کا یہ دعویٰ ان کی تضادات سے بھری ہوئی تاریخ کے خلاف ہے۔اہلِ اسلام تو ہمیشہ سے سلامتی اور امن کے داعی رہے ہیں کیونکہ اسلام نہ صرف دینِ فطرت اور دینِ رواداری ہے یہ اہل ایمان کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو نہ صرف جینے کا حق دیتا ہے بلکہ اپنی سلطنت میں ان کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اسی وجہ سے مسلم ممالک میں رہنے والے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو ذِمّی کہا جاتا ہے۔قرآن مجید آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔قرآن مجید میں بھی جا بجا عالم گیر اجتماعیت کا تصور اُجاگر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ اصطلاح نئی نہیں اور نہ ہی ایسی ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جا سکے۔اہل علم حضرات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ باہم مل جل کر رہنا اور زندگی بسر کرنا انسان کی طبیعت اور فطرت میں داخل ہے۔جب انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی بسر کرتے ہیں تو اس ملاپ کے نتیجے میں اجتماعیت جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہے۔اس اجتماعیت کی کوکھ سے بے شمار ضروریات اور مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ مسائل فرد سے متعلق بھی ہوتے ہیں اور اجتماع و معاشرے کا احاطہ بھی کرتے ہیں۔ یہ معاشی بھی ہوتے ہیں اور سیاسی و روحانی بھی ہوتے ہیں اور مادی بھی۔ان کا تعلق حقوق اللہ کی بجاآوری سے بھی ہوتا ہے اور حقوق العباد کی تکمیل سے بھی اسی طرح یہ مسائل رامی اور رعایا نیز ملک و ملت کے امور کا احاطہ کرتے ہیں۔ اجتماعی مسائل کو حل کرنے کے لئے دو طرح کی کوششیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلی قسم کی کوششوں کا تعلق انسانی کاوشوں سے ہے۔ گویا انسان نے اپنے مسائل حل کرنے اور اپنے

جھگڑے نبٹانے کی مقدور بھر جد وجہد کی لیکن انسانی وسائل محدود انسانی عقل وخرد کمزور اور انسانی توانائیاں ناکافی ثابت ہوئیں اور مسائل کا کوئی خاطر خواہ حل میسر نہ آ سکا۔ انسانی مسائل حل کرنے کا دوسرا ذریعہ وحی ہے۔ یہ دریچہ ربانی ہے جو صرف خالق کائنات کے چُنے ہوئے لوگوں پر کھلتا ہے خالق کائنات انسان کے مسائل اور ان کی استعدادِ کار سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے اسی وحی کے ذریعے انسان کی رہنمائی اور ہدایت فراہم کی اور وحی کا پیغام ہی انسانی مسائل کا حل فراہم کرتا ہے جو ہر دور میں مذہب کی ضرورت اور اس کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کی عمدہ دلیل ہے۔اسلام دین فطرت ہے اسلام انسانی فطرت کے مطابق رہنمائی اور ہدایت فراہم کرتا ہے تمام احکام دین کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے دین کا وجود اور وحی امت کی اجتماعیت کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ دینی احکام کے اولین مخاطب انسان ہیں۔ شروع شروع میں ہدایت بنی نوع انسان کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام اور ہادی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور انسانی اقوام جو در حقیقت انسانی اجتماع کو ہدایت ربانی کا پیغام پہنچاتے رہے اور اسلام کے پودے کی آبیاری کرتے رہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے رہے اور ان کی تعلیمات بھی وقتی اور اپنے اپنے زمانے کے لئے ہوتی تھیں۔ کیونکہ نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری تھا۔جب انسانی عقل وشعور بالغ ہو چکے ہادیان برحق اپنا اپنا پیغام اپنے اپنے حلقے میں پہنچا چکے تو اس سلسلہ نبوت کے آخر میں خالق کائنات نے ایک ایسا ہادی اعظم ﷺ مبعوث فرمایا جو سلسلہ نبوت کی آخری کڑی بھی ہے اور اجتماعیت کا مبلغ اعظم بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ہادی کامل نے پوری انسانیت کو خطاب کر کے فرمایا:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (1)

اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

گویا سابقہ انبیاء علیہم السلام رشد وہدایت اور اجتماعیت کا جو فریضہ اپنی اپنی اقوام میں ادا کرتے رہے میں اس پیغام ہدایت کو اب تمام عالم انسانیت تک پہنچاؤں گا۔ پوری انسانیت کو اسلام کے آفاقی پیغام سے آشنا کردوں گا ان میں وحدت ومساوات انسانی کا ایسا عملی مظاہرہ کروں گا کہ پوری انسانیت اجتماعیت کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآنی ہدایات کے ذریعے تمام انسانوں کو اخوت، مساوات، بھائی چارے اور برادری کا درس دیا اس لئے آپ پر نازل کی جانے والی کتاب مقدس قرآن حکیم اجتماعیت کا ابدی نمونہ ہے۔ تمام الہامی کتابوں میں قرآن حکیم ہی واحد ایسی کتاب ہے جسے حقیقی معنوں میں اجتماع اور معاشرے کی کتاب کہا جا سکتا ہے۔ اس کے مخاطب وہ انسان ہیں جو جنگلوں میں نہیں بلکہ بستیوں میں آباد ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باہمی تعاون اور اشتراک سے زندگی گزارتے ہیں۔

قرآن حکیم کے احکام ونواہی اور تعلیمات پر غور کیا جائے تو ان سب میں اجتماعیت کا گہرا تصور ملتا ہے۔ توحید کا عقیدہ ہو یا قیامت کا تصور رسولوں پر ایمان لانے کا حکم ہو یا فرشتوں اور کتابوں کی اصلیت وحقیقت کو تسلیم کرنا سب اجتماعیت کا درس دیتے ہیں۔ اسی طرح عبادات میں نماز ہو یا زکوۃ روزہ ہو یا حج تبلیغ ہو یا جہاد یہ تمام اجتماعیت کے مظاہر ہیں۔ نیز معاشی ومعاشرتی احکام

ہوں یا سیاسی وآئینی ضابطے قانونی پیچیدگیاں ہوں یا نفسیاتی الجھنیں۔ ان سب کا تعلق معاشرے سے ہے اور ان سب امور میں قرآن حکیم اجتماعی انداز میں رشد وہدایت اور رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ گویا قرآن کریم کی تعلیمات کا مزاج ایسا اجتماعی ہے کہ وہ سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندے دیکھنا چاہتا ہے جو انسانی اجتماعیت کی عمدہ مثال اور فلاحی معاشرے کی ضمانت ہے۔ قرآن حکیم میں اجتماعیت کا تصور کسی حد تک موجود ہے اس کا اندازہ ہمیں ایسی آیات سے بخوبی ہوتا ہے جن کا تعلق پوری انسانی نسل سے ہے۔ قرآن حکیم صرف مومنوں یا متقیوں کے لئے ہی کتاب ہدایت نہیں ہے بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے کتاب ہدایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے هُدًى لِّلنَّاسِ(2) ہونے کا امتیازی مرتبہ حاصل ہے۔ مزید برآں قرآن حکیم نے بار بار نسل انسانی کو مخاطب کیا 'يَا أَيُّهَا لنَّاس(3) "يٰبَنِی اٰدَمَ(4) اوريَا أَيُّهَا الْاِنْسَانُ(5) الفاظ اس امر کی زندہ مثالیں ہیں۔ یہ اسلوب بیان اجتماعی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے اہل کتاب کے ساتھ بھی یک جہتی اور اجتماعیت کے اظہار کے لئے انہیں یا اہل الکتاب کے خطاب سے پکارا ہے۔ انہیں مشترکات پر دعوت دی۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ ۰ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ(6)

اے حبیب! تم فرمادو، اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر (بھی) اگر وہ منہ پھیریں تو اے مسلمانو! تم کہہ دو: ”تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں“۔

اس سے آگے بڑھ کر قرآن حکیم مسلمانوں میں باہمی اجتماعیت کی روح پھونکنا چاہتا ہے اور اہل اسلام کو اجتماعیت کی شکل میں دیکھتا ہے۔ اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کیا تو ان میں سے کسی فرد کو نہیں پکارا بلکہ يَا اَیُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا(7) کر پوری ملت اسلامیہ کو خطاب کیا جو اجتماعیت کا فکری و عملی اعلان اور مظہر ہے۔ قرآن مجید نے اپنے مفاہیم و مطالب بیان کرنے کے لئے جو املاء مشتقات اور افعال منتخب کئے ان پر جمع کے صیغے غالب ہیں۔ ایسے الفاظ کی تعداد کا تناسب تقریباً ستر اسی فیصد ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ایمان ہی کو لیجئے اس کے جملہ مشتقات ساڑھے چھ سو سے متجاوز ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ان میں سے اکثر جگہ مومنین کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور جن مقامات پر واحد کے صیغے بیان ہوئے ہیں وہاں بھی سیاق و سباق کے حوالے سے ایک سے زیادہ افراد مراد ہیں۔ ایسا ہی معاملہ ہر عمل، عبادت، اطاعت، تقویٰ، صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو افراد نہیں جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اجتماع و معاشرے کو بہت اہمیت اور فضیلت دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں میں معاشرتی حس اور فلاحی احساس اجاگر کرتا ہے۔

؎ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں(8)

قرآن حکیم نے اجتماعیت کے جو اصول عطا کئے ہیں ان کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ وہ معاشرے کی بجائے فرد کو براہ راست مخاطب کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایسا کوئی علم شاید ہی موجود ہو جس کا مخاطب ملت اسلامیہ کا ہر فرد نہ ہو۔ جس کا واضح

مفہوم یہ ہے کہ قرآنی احکام میں فرد اصل اور مقصود بالذات ہے۔ ہر فرد کی اصلاح اجتماعی اور معاشرتی اصلاح کی ضامن ہوتی ہے اس لئے قرآنی احکام میں فرد کو معاشرتی فلاح و بہبود کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی رو سے اجتماعی اصلاح کا معیار فرد ہے معاشرہ نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم جس زندگی کی تعلیم دیتا ہے وہ اس زندگی اور دنیا کے بعد بھی قائم رہے گی۔ ہر فرد کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے تمام اعمال و افعال کا حساب دینا ہو گا۔ قرآنی تعلیمات پر اجتماعیت کا تصور اس قدر غالب ہے کہ قیامت میں یوم حساب میں بھی حقوق اللہ تو معاف کئے جا سکتے ہیں لیکن حقوق العباد میں ایک ایک حق کا حساب دینا ہو گا۔ قرآن حکیم زندگی کے لازمی تسلسل کا داعی ہے وہ فرد کو اس تسلسل کے لئے اس طرح تیار کرنا چاہتا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنا فرض پوری لگن اور دیانت داری سے بجالائے کیونکہ قیامت کے دن کوئی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور فرد کی اخروی فوز و فلاح قرآن حکیم کے مطابق یہ ہے کہ وہ آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ[9]

پس جو شخص دوزخ کی آگ سے دور رہا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوا۔

اس مقام تک ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ کسی دین کو پنپنے اور ترقی کرنے کے لئے اجتماعیت اور معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس لئے وہ بھی معاشرے کا دین ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کا بڑا حصہ اجتماعیت کی نشاندہی کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ فرد پر بھی بنیادی ذمہ داری عائد کرتا ہے تاکہ فرد کی اصلاح سے معاشرتی بہبود اور انصاف قائم ہو۔ تصور اجتماعیت اور قرآنی معاشرے بنیادی اصول بیان کرتے ہیں۔ اب ہم قرآن حکیم کے قائم کردہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے جو تصور ملتا ہے اس کے کئی امتیازی پہلو ہیں۔

اس اجتماعیت کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس میں عالمگیر وسعت پائی جاتی ہے گویا یہ اجتماعیت کسی بھی زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے۔ اس کی آفاقیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ کسی خاص رنگ، نسل یا ملک سے تعلق رکھنے والے انسانوں تک محدود نہیں بلکہ کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں پر حاوی ہے۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

کہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی (10)

مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم نے پوری انسانیت کو مخاطب کیا ہے۔ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دامن تھام لیتا ہے اور دنیا میں موجود ابدی اور لازوال صداقتوں کو اپنا لیتا ہے وہ اس عالمگیر اجتماعیت میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس آفاقی اور عالمگیر اجتماعی فکر کے لاتعداد قرآنی مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، چنانچہ قرآن حکیم کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (11) ہے اور آخری سورہ الناس ہے جس میں یہ اعلان ہے کہ وہ پوری نسل انسانیت کا رب ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱) مَلِكِ النَّاسِ (۲) اِلٰهِ النَّاسِ (۳)[12]

تم کہو: میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ تمام لوگوں کا بادشاہ۔ تمام لوگوں کا معبود۔

قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات موجود ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ کے تمام انسانوں کے رسول ہونے کا اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے کا ذکر ہے۔ آپ ساری انسانیت کے رسول اور اقوام عالم کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۷)[13]

اسی طرح آپ کی اجتماعی رسالت کا اعتراف قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کہا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا[14]

ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

قرآنی آیات تمام انسانوں کو مخاطب کرتی ہیں۔ ان آیات میں زمین آسمان کا سورج، چاند، دریا، پہاڑ، پانی و ہوا، روشنی، دن، رات، بادل، بارش، موسم، جمادات ونباتات اور دوسرے بہت سے مظاہر فطرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں تو اس کی مخلوقات کے نام انسانوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔

قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ تصور نظام فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور فطرت نے انسانی زندگی کے جو اصول و ضوابط متعین کر رکھے ہیں ان میں اور قرآن عظیم کے تصور اجتماعیت میں نہ تو کوئی تصادم پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تضاد ملتا ہے بلکہ اس میں باہم ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم انسان کے اجتماعی اداروں اور قدرتی تنظیموں کی تنظیم کرتا ہے کیونکہ یہ ادارے نظام فطرت کے مصداق ہیں نیز یہ ادارے انسانوں کی کاوشوں سے وجود میں نہیں آتے نہ ہی انسان اپنے ذوق اور ارادے سے ان اداروں منسلک ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان پیدائش کے وقت ایک خاندان ایک قبیلے ایک قوم اور ایک وطن سے وابستہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے ان قدرتی اداروں کی بھی تردید نہیں کی بلکہ انھیں برقرار رکھا۔ چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (۱۳)[15]

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

جس طرح قرآن حکیم خاندانوں اور قبائل کے اجتماعی ادارے کو انسانی پہچان کا ذریعہ قرار دیتا ہے اسی طرح وہ رنگ و نسل اور زبان کے اجتماعی اداروں کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ عالمگیر اور آفاقی معاشروں کے افراد میں رنگ و نسل کا فرق پایا جانا ایک قدرتی امر ہے جو آب و ہوا کی تبدیلی اور بعد و مسافت کا لازمی نتیجہ ہے۔

چنانچہ اس حقیقت کا تصور اس آیت میں موجود ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ[16]

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا ہے۔

مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ پیدائشی طور پر کسی انسان کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم جس اجتماعی برابری کی تعلیم دیتا ہے وہ ایک ذہنی تصور نہیں بلکہ عملی حقیقت ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم اس اجتماعی حقیقت کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ سب انسانوں کی پیدائش کا آغاز ایک ہی جوڑے سے ہوا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ[17]

اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو عمدگی کے ساتھ پیدا کیا اور انسان کی تخلیق مٹی سے کی۔

اسی طرح قرآن حکیم اعلان کرتا ہے کہ نوع انسان کو ایک ہی جان سے پیدا کیا گیا اور اس کے افراد میں بے شمار عورتیں اور مرد پیدا کر کے نوع انسان کو اجتماعیت میں بدل دیا گیا۔

سورہ نساء کی پہلی آیت اس حقیقت کا اعلان کرتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا(۱)[18]

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس نے اس میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اس دو سے بکثرت مرد و عورت پھیلا دیئے۔ قرآن حکیم نے جس پیدائشی مساوات کا اعلان کیا ہے اس کے اجتماعیت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی قانون کی نظر میں سب انسان برابر میں ان کی حیثیت اور مرتبے کا لحاظ کئے بغیر قانون ان سے مساوی سلوک کرتا ہے کیونکہ قرآن حکیم نے اس پیدائشی مساوات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر انسان اور فرد کو براہ راست مخاطب کیا ہے۔ گویا قرآن حکیم ہر فرد کی انفرادیت کے حق کو یوں مانتا ہے کہ یہیں سے اسلام کا نظام جزا و سزا اور اس کا نظام محاسبہ وجود میں آتا ہے کیونکہ افراد میں ایسی مساوات کے عناصر موجود ہیں جو انہیں اجتماعیت اور معاشرے میں بدل دیتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم معاشرے کی اصلاح و فلاح کے لئے فرد کی درستگی اور اس کے ایک ہونے پر زور دیتا ہے۔

قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت کا چوتھا ستون اجتماعی عدل ہے جس کے ذریعے فرد کے حقوق و فرائض کا تعین ہوتا ہے۔ عدل اجتماعی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر فرد کے تمام حقوق پوری طرح محفوظ ہوں۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ معاشرے کے چند افراد کو حقوق کا تحفظ فراہم کر دیا جائے اور معاشرے کے باقی ماندہ افراد کے حقوق پامال کر دیئے جائیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ ہر فرد کو حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی جائے۔ یہیں سے حقوق کے ساتھ فرائض کا تصور بھی قائم ہوتا ہے۔ گویا قرآن حکیم کے اجتماعی نظام میں جس اجتماعی عدل کا ذکر کیا گیا ہے وہ حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنے اور معاشرے کے ہر طبقے کو اس کے مفادات اور ذمہ داریوں کو احساس دلانے کا نام ہے۔

قرآن مجید اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے اور جو کتابیں نازل کیں ان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ

دنیا میں ایسا انسانی معاشرہ قائم ہو جس میں ہر انسان کے حقوق پوری طرح محفوظ ہوں اور کسی فرد کو حق تلفی کی شکایت نہ ہو۔ قرآن حکیم کی تعلیمات میں عدل اجتماعی کو جو مقام اور اہمیت حاصل ہے اس کی تعبیر اس آیت سے ہوتی ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِۚ[19]

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

اس آیت کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ قرآن حکیم کے نزول کا ایک بڑا مقصد منصفانہ خیادوں پر معاشرے کا قیام ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کئے ہوئے اصول اپنا کر ہی ایسا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جو عدل اجتماعی کا نمونہ ہو۔ قرآن نے عدل وانصاف کو بہت وسعت دی ہے چنانچہ کتاب ہدایت میں بائیس مقامات پر لفظ "عدل" اور تیس مقامات پر لفظ "قسط" یعنی عدل وانصاف نازل ہوا ہے۔ قرآن کریم نے عدل اور اس کے حوالے سے عدل اجتماعی کو ایک اعلیٰ اجمالی قدر کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں چند آیات ملاحظہ فرمائے۔

اِنَّ اللهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ[20]

بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰي[21]

اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ داری ہو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۰ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۰ اِعْدِلُوْا ۰ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۰ وَاتَّقُوا اللهَ ۰ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ[22]

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

ہجرت مدینہ کی رات رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کفار مکہ کی رکھی ہوئی امانتیں حضرت علی کو اگلی صبح واپس لوٹا کر مدینہ آنے کا کہا حالانکہ یہ کفار مکہ آپ کی جان کے دشمن تھے مگر آپ ﷺ نے یہ عدل کے منافی جانا کہ ان کی امانتیں ضبط کرلی جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَاۙ- وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِؕ- اِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖؕ- اِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا(۵۸)[23]

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے

کتاب اللہ عدل اجتماعی کی داعی ہے اس لئے وہ ایسے قوانین واحکام نافذ کرتی ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہوں اور اس میں عقائد وعبادت کے بارے میں بھی ایسی تعلیمات موجود ہیں جو انسانی ذہن کو اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالتی ہیں۔ قرآن حکیم کے عطا کردہ نظام اجتماعیت کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام وحی کے ذریعے نسل انسانی کو عطا ہوا۔ واضح رہے انسان کے خود ساختہ سارے نظاموں میں غلطی کمزوری اور نقص کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ جبکہ دحی کا لایا پیغام ان نقائص سے پاک ہوتا ہے کیونکہ یہ نظام اللہ تعالی کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس لئے وہ نہ صرف انسانی ضرورتوں اور مسائل کا حل فراہم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعی نظام کے اصول ومبادی ہر زمان ومکان کے لئے قابل عمل ہیں۔ جب تک مسلمان اسلام کے اجتماعی اصول اپنائے رہے ان کا رعب دبدبہ اور قوت کا یہ عالم تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت ان سے لرزہ براندام رہتی تھی۔ مسلمانوں کو انحطاط اور تنزل سے اس وقت چھٹکارا مل سکتا ہے جب وہ قرآن کریم کا اجتماعی نظام بحال کریں۔

قرآن حکیم جو اجتماعی نظام عطا کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں اخلاقی معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ وہ معاشرہ ہر طرح کی سیئات اور بدعات سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں غیر اسلامی عوامل کے پائے جانے کی قطعی گنجائش نہیں ہوتی۔ قرآن غیر اسلامی رسومات اور غیر دینی رواجوں کو جاہلیت کی باتیں قرار دیتا ہے۔ دور جاہلیت میں ایسی باتیں معاشرے میں رائج تھیں کہ اسلام نے ان میں سے بیشتر کی ممانعت کر دی کیونکہ جاہلیت کی رسوم انسانی قدروں کے منافی تھیں۔ دور جاہلیت کی بری باتوں سے اجتناب برتنے کے لئے قرآن حکیم نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو مخاطب فرمایا اور ان کے ذریعے سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جاہلی دور کی فرسودہ رسوم سے مکمل طور پر اجتناب کریں چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُوْلٰی[24]

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاؤ۔

جس اجتماعی تصور کی بات کی جا رہی ہے اس کا ایک زریں اصول یہ بھی ہے کہ اس میں انسان دوستی کو اعلی سماجی قدر کا درجہ حاصل ہے۔ انسان دوستی کا تصور دوسرے معاشرے اور زندگی کے نظاموں میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کا دیا ہوا انسان دوستی کا تصور کسی لالچ یا صلہ کی تمنا اور ہر قسم کے دکھاوے یا بدلے سے خالی ہوتا ہے اور اس انسان دوستی کی بنیاد رضائے الہی پر استوار ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمان جب کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوتی ہے چنانچہ مسلمان جب معاشرے کے کمزور طبقوں کی اعانت اور دستگیری کرتا ہے تو وہ بھی خالصتا" اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ قرآن حکیم کا تصور اجتماعیت اس زریں اصول کی وجہ سے دیگر مروجہ اجتماعی نظاموں پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ اصول قرآن حکیم کی اس آیت سے اخذ کیا جاتا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا[25]

اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔

خدا ترسی اور انسان دوستی جس اجتماعی نظام کے بنیادی عناصر ہوں، اس نظام میں ظلم و تعدی، دشمنی، عداوت باہمی

چپقلش، دلی کدورت، لوٹ کھسوٹ اور دوسروں کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ اس اجتماعی نظام میں " فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ " نیکی میں سبقت لے جاؤ کے حکم کی بجاآوری میں ہر انسان کوشش کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے اور ممکنہ حد تک اپنے حق اور اپنی ذات کا ذکر نہ کرے بلکہ وہ چھپا کر نیکی کرنے کے اسلامی اصول کو اپناتا ہے اور زندگی کی جو سہولتیں اور مسرتیں اس کی اپنی ذات کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ وہ انہیں بھی دوسرے انسانوں پر نچھاور کر کے طمانیت قلب اور اخروی کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

اس اجتماعی قدر اور جذبہ کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[26]

اور مسلمان ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی چیزیں دوسروں کو دے دیتے ہیں جو ان کی اپنی ذات کے لئے خاص ہوتی ہیں۔

قرآن حکیم کے اجتماعی تصور کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نظام میں ہر شخص کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا پورا پورا موقع میسر آتا ہے۔ اس نظام حیات میں ایسا نہیں ہوتا کہ جو شخص معاشی طور پر خوش حال ہو یا سماج میں بھی بڑے منصب پر فائز ہو وہی باصلاحیت ہوتا ہے اور وہی سب امور کا ماہر قرار پاتا ہے اور نسبتاً معاشی طور پر کمزور افراد کو رائے کے اظہار اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے مواقع حاصل نہیں ہوتے۔ یہ اجتماعی اصول اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں میں جاری اور رواں دکھائی دیتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی میں اس کے واضح ثبوت ملتے ہیں حضور ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم بھی تھا۔ جبکہ آقا اس حقیقت کی جیتی جاگتی عملی تصویر ہیں اس کے باوجود اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اس مساوی حق کی تاکید کی۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[27]

اور اس معاملے میں ان (مسلمانوں) سے مشورہ کے

گویا رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں سے مشورہ کریں۔ ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کریں اور ان کی استعداد سے استفادہ کریں۔

اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[28]

تم سب نگران ہو اور تم سب اپنی رعیت کے لئے جواب دہ ہو۔

اجتماعی نظام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں اخوت اور برادری کا ایک وسیع ادارہ موجود ہے جو فرد اسلام کا دامن تھام لیتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا فرد اور اسلامی برادری کا رکن ہے۔ چاہے وہ کسی قبیلے کا فرد ہو۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو

پلا کر مجھ کو مئے لا الہ الا ھو[29]

گویا قرانی تصور اجتماعیت کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ جب ایک ملت کے افراد آپس میں سگے بھائیوں کی طرح ہوں۔ ان کی خوشیاں ایک ہوں ان کے مصائب مشترک ہوں اور ان کی ساری قوتیں ظلم و تعدی کے خلاف صرف ہوں تو اس اجتماعی پس منظر میں اس قرآنی آیت پر غور کیجئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ(۱۰)[30]

صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈروتا کہ تم پر رحمت ہو۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں میں مواخات قائم کی، ایک مکے والے کو مدینے والے کا بھائی بنایا۔ یہ اعلان تھا کہ صرف لاالہ الا اللہ کہنا ہی کافی نہیں بلکہ دوسروں کو اپنا بھائی بنانا اور سمجھنا بھی ضروری ہے۔ جو اجتماعیت کی روح اور فلاحی معاشرہ کے قیام کی ضمانت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

اَلْمُسْلِمُ أخُو المسْلِمِ، لا یَظْلِمُهُ ولا یَخْذُلُهُ، ولا یَحْقِرُہُ [31]

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کرے نہ رسوا کرے اور نہ اسے حقیر سمجھے۔ انسان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جائے۔ مسلمان کی تمام چیزیں مسلمان پر حرام ہیں۔ یعنی مسلمان کا خون مسلمان کا مال اور مسلمان کی عزت و آبرو قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت کو اس سنت رسول ﷺ کی روشنی میں عملی جامہ پہنایا جائے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ اور ہر فرد اپنے حقوق و فرائض بحسن و خوبی بجالائے گا۔ اسی میں دنیوی کامیابی اور اخروی فلاح کی ضمانت ہے۔

نتائج بحث

زیرِ بحث کلام کا خلاصہ درج ذیل چند نکات کی صورت میں پیشِ خدمت ہے:

قرآنِ حکیم میں فرد اصل اور مقصود بالذات ہے۔

ہر فرد کی اصلاح اجتماعی اور معاشرتی اصلاح کی ضامن ہوتی ہے۔

قرآنی احکام میں فرد کو معاشرتی فلاح و بہبود کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

قرآنی تعلیمات پر اجتماعیت کا تصوّر اس قدر غالب ہے کہ روزِ محشر حساب وکتاب میں بھی حقوق اللہ تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن حقوق العباد میں ایک ایک حق کا حساب ہوگا۔

عدلِ اجتماعی (جو قرآنِ حکیم کے تصوّرِ اجتماعیت کا اہم ستون ہے) کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر فرد کے تمام حقوق پوری طرح محفوظ ہوں۔

قرآنِ حکیم کے اجتماعی نظام میں جس اجتماعی عدل کا ذکر کیا گیا ہے وہ حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنے اور معاشرے کے ہر طبقے کو اس کے مفادات اور ذمّہ داریوں کا احساس دلانے کا نام ہے۔

قرآنِ حکیم کا عطا کردہ نظامِ اجتماعیت نہ صرف انسانی ضرورتوں اور مسائل کا حل فراہم کرتا ہے بلکہ اس نظام کے اصول و مبادی ہر

زمان ومکان کے لئے قابلِ عمل ہیں۔

قرآنِ حکیم کے اجتماعی تصوّر کا ایک زرّیں اصول یہ بھی ہے کہ اس نظام میں ہر شخص کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا پوراپورا موقع میسر آتا ہے۔

اجتماعی نظام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں اخوّت اور برادری کا ایک وسیع ادارہ موجود ہے۔ جو فرد اسلام کا دامن تھام لیتا ہے وہ ملّتِ اسلامیہ کا فرد اور اسلامی برادری کا رکن ہے پھر چاہے وہ کسی بھی قبیلے، رنگ یا وطن کا ہو۔

عالم گیر تصور اجتماعیت کے لیے قرآن مجید سب سے بڑا داعی ہے

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1. القرآن، سورۃ الحجرات، آیت 13۔
2. القرآن، سورۃ آلِ عمران، آیت 103۔
3. القرآن، سورۃ الشوریٰ، آیت 38۔
4. *Khan, Muhammad Bahar, Saad Jaffar, Imran Naseem, Muhammad Waseem Mukhtar, and Waqar Ahmed. "Nature Of 21 st Century's Global Conflicts Under The Global Powers' Geoeconomic Strategies And Islamic Ideology For Peace." Journal of Positive School Psychology 7, no. 4 (2023).*
5. القرآن، سورۃ الانبیاء، آیت 92۔
6. *Ahmed, Syed Ghazanfar, and Muhammad Imran Raza Tahavi. "Syeda Sadia Ghaznavi On The Holy Prophet As A Psychologist And Educationist." Journal of Positive School Psychology http://journalppw. com 6, no. 8 (2022): 7762-7773.*
7. القرآن، سورۃ المائدہ، آیت 8۔
8. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الفکر، ج1، ص532۔
9. امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ج3، ص210۔
10. مولانا مودودی، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ج2، ص45۔
11. مولانا امین احسن اصلاحی، تدبرِ قرآن، لاہور: مکتبہ تدبرِ قرآن، ج4، ص118۔
12. علامہ آلوسی، روح المعانی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج6، ص97۔
13. سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 2001، ص27۔
14. سید قطب، معالم فی الطریق، قاہرہ: دار الشروق، 1998، ص56۔

15. ڈاکٹر محمد عمارہ، الاسلام وحقوق الانسان، قاہرہ: دارالشروق، 2005، ص 91۔

16. ڈاکٹر محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، لاہور: اقبال اکادمی، 2006، ص 143۔

17. مولانا وحید الدین خان، انسانیت کی تعمیر نو، دہلی: گڈ ورڈ بکس، 2003، ص 88۔

18. ڈاکٹر ذاکر نائیک، اسلام اور عالمی امن، لاہور: اسلامک بکس، 2010، ص 114۔

19. فضل الرحمن، اسلام، شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس، 1979، ص 67۔

20. فتح محمد ملک، اسلام اور عصرِ حاضر، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2012، ص 59۔

21. ڈاکٹر طاہر القادری، قرآن کا سماجی نظام، لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2008، ص 101۔

22. خورشید احمد، اسلامی تہذیب اور مغرب، لاہور: انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1995، ص 73۔